



سوال

(273) سوگ کتنے دنوں تک ہوتا ہے؟

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعض علاقوں میں ایسا ہوتا ہے کہ مرنے والے کے بعض رشتہ دار اور دوست اس کی وفات کے بعد چارپائیوں یا چٹائیوں وغیرہ پر تین یا چالیس دنوں کے لیے بیٹھ جاتے۔ پھر جو لوگ تعزیت کے لئے آتے ہیں تو ان میں سے ہر آدمی با آواز بلند یہ کہتا ہے کہ دعا کریں۔ پھر سب لوگ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں،

اس طرح کی مروجہ دعا، متعین جگہ اہل میت اور لوگوں کا اجتماع، تعزیت کے دنوں تعین اور مروجہ طریقہ تعزیت کا ثبوت کیا ہے؟ قرآن و حدیث سے جواب دیں۔ جزاکم اللہ خیراً (ایک سائل)

الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

چالیس دنوں تک تعزیت کے لیے بیٹھنا، ہر آدمی کا آواز بلند دعا کا مطالبہ کرنا اور پھر سب لوگوں کا میت کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا یہ سب بدعت ہے جس کا کوئی ثبوت شریعت مطہرہ میں موجود نہیں ہے۔

سیدنا جعفر بن ابی طالب الطیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد نبی ﷺ نے آل جعفر کو تین دنوں کی مہلت دی پھر ان کے پاس جا کر فرمایا: آج کے بعد میرے بھائی پر نہ رونا۔ (سنن ابی داؤد: 4192 وسندہ صحیح)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت پر تین دنوں سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب زید بن حارثہ، جعفر (طیار) اور عبد اللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہ) کی شہادت کی خبر آئی تو رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے۔ آپ کے چہرے پر غم کے آثار نظر آرہے تھے۔ (صحیح بخاری: 1299، صحیح مسلم: 935 و ترقیم دار السلام: 2161)

اس سے معلوم ہوا کہ اہل میت کا (تعزیت والوں کے لیے) بیٹھنا جائز ہے۔ واللہ اعلم یاد رہے کہ عورت اپنے خاوند کی وفات پر چار مہینے دس دن سوگ منائے گی۔

تعزیت کی ایک مشہور دعا درج ذیل ہے:

((ان للہ ما اعطی وکل عندہ باہل مسمی۔)) بے شک اللہ ہی کے لیے ہے جو وہ عطا فرمائے اور ہر چیز اس کے پاس ایک خاص وقت کے لیے ہے۔ (صحیح بخاری: 1284)

واللفظ له، صحیح مسلم: 923 وترقیم دارالسلام: (2135)

میت پر تعزیت کے لیے لوگوں کا بار بار دعا کی درخواست کرنا اور اجتماعی طور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ثابت شدہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ (سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے) تیب دب گزرنے کے بعد ہمارے پاس تشریف لائے تو ہمارے سر منڈوا دیے پھر آپ نے میرا (ایک) ہاتھ پکڑ کر بلند کیا پھر فرمایا: اے اللہ آل جعفر کی نگہبانی فرما اور عبداللہ بن جعفر کے لیے برکت نازل فرما۔ (مسند احمد 1/204 ج 175 و سندہ صحیح)

اس حدیث سے مروجہ دعا کا کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ صرف پیار سے نابالغ بچے کے ایک ہاتھ کو آسمان کی طرف بلند کرنا ثابت ہے ورنہ صرف ایک ہاتھ سے دعا کرنا کیسا ہے؟

ایک غالی دہلوی نعیم الدین نے "رجل الرشید" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ نعیم الدین نے اس کتاب میں اپنے دہلوی علماء کے کئی فتوے نقل کئے ہیں جن میں تعزیت کی مروجہ دعا کو غیر ثابت اور غیر درست قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً دارالافتاء دارالعلوم کراچی کے محمد کمال الدین اور محمود اشرف دونوں لکھتے ہیں: مروجہ طریقہ کے مطابق تعزیت کے لیے ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا اور دعا کرنا شرعاً ثابت نہیں ہے۔ اس لیے تعزیت کے لیے رسمی طور پر ہاتھ اٹھانا درست نہیں۔ کیونکہ تعزیت کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ میت اور اس کے اقارب کے لیے زبانی دعا کی جائے اور ان کو صبر دلایا جائے۔ البتہ انفرادی طور پر اگر میت کیلئے ہاتھ اٹھا کر مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کر لی جائے تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔" (رجل رشید ص 171)

دہلوی مفتی رشید احمد دھیانوی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"تعزیت کی دعائیں ہاتھ اٹھانا بدعت ہے" (احسن الفتاویٰ ج 4 ص 254 رجل رشید ص 173)

نعیم الدین دہلوی اپنے قاری عبدالرشید دہلوی سے نقل کرتے ہیں، وہ اپنے والد دہلوی مفتی عبدالحمید سے کہ قاری لطف اللہ دہلوی صاحب جب ایک حادثہ میں فوت ہوئے تو ایک دہلوی عالم "تعزیت کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔۔۔ فقیر اللہ صاحب نے فوراً فرمایا مولانا کیا یہ حدیث سے ثابت ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ حضرت غلطی ہوئی اور ہاتھ پھوڑیئے (دیکھئے رجل رشید ص 169)

یہ فقیر اللہ دہلوی صاحب قاری لطف اللہ دہلوی کے والد اور دہلوی مدرس جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے بانی تھے جنھوں نے اپنے بیٹے کی موت پر مروجہ دعا سے اشارتاً منع کر دیا تھا۔ تعجب ہے کہ ہمارے علاقے میں دہلوی حضرات بغیر کسی انکار اور جھجک کے اس مروجہ دعا پر علم پیرا ہیں حالانکہ ان کے پس منظر میں مقتیان کرام اس عمل کو بدعت و غیر ثابت قرار دے چکے ہیں۔ اسی طرح بعض الناس کے بعض نام نہاد علماء کو "کیا یہ حدیث (دلیل) سے ثابت ہے؟" والے سوال سے سخت چڑھے حالانکہ طرز عمل یہ ہونا چاہیے کہ دلیل پوچھنے والے سے ناراض نہ ہوں اگر دلیل معلوم ہو تو بیان کر دیں یا پھر کہہ دیں کہ دلیل معلوم نہیں ہے (الحدیث: 45)

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

فتاویٰ علمیہ

جلد 1 - کتاب الجنائز - صفحہ 512

محدث فتویٰ